



معراج سے قبل کیفیت نماز



مصنف

ریجنل انچارج منظم البشت، سرمدیہ البشت، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ

محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی (بہاولپور)

باہتمام : **محمد کاشف اشرفی عطاری**

ٹریڈ ایجنٹ، حضرت مولانا مولانا مفتی حافظ،
نور چہر آف کامرس، کراچی۔ فون: 2432429
موبائل فون: 0303-7286258

قطبِ مدینہ پبلشرز

For Islamic Informations on Internet www.true Teaching.com
By World Islamic Network

البریحان ٹیکرافکس 4920983

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والسلام على عباده الذين اصطفى
الا سيما على صاحب المعراج المصطفى وصحبه اجمعين

(یہ خطبہ سرکارِ محضرت قدس سرہ کا رسالہ "ایمان التاج" میں ہے (اویسی غفرلہ))

الصلوة والعدك والوفاء كیفیتہ الصلوة قبل المعراج

مقدمہ

اما بعد ! والسلام پیدائشی عالم ہوتے ہیں ایسے ہی بعض اولیاء
کا ملین کو بھی یہی شرف نصیب ہوتا ہے جیسے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ
عبد القادر جیلانی و سیدنا قطب الدین مختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہم
لیکن کمالات انبیاء و اولیاء کے منکرین اس کے برعکس انہیں کمال نبوت و
ولایت کے دور میں بھی ان کی لاعلمی و جہالت ثابت کرنے کی فکر رہتی ہے
یہی وجہ ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کو اختیار نبوت سے قبل محض بے خبر و
لاعلم کا عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک جبریل علیہ السلام نہیں
آئے انہیں تصور تک نہ تھا کہ میں نبی بننے والا ہوں (تفہیم القرآن وغیرہ)
دلیل میں قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں۔

ما کنت تدري ما الكتاب ولا ايمان (پ ۵ شوری نمبر ۹۲)
اس سے قبل تم نہ کتاب جانتے تھے اور نہ (ایمان) احکام حالانکہ بعد کا
مضمون بتاتا ہے کہ آپ اجمالاً سب کچھ جانتے تھے چنانچہ اسی آیت کا ہی
مضمون ہے کہ۔

ولكن جعلنا نور اہاں لیکن ہم نے اسے نور کیا

اور حدیث جبریل کو تو بڑی قوی دلیل سمجھتے ہیں کہ غار حرا میں جب حاضر
ہوئے تو آپ کو علم نہ تھا کہ یہ کون ہے اور بار بار اقراء کہا (پڑھ) تو آپ
فرماتے رہے "ما انا بقراء" ترجمہ کرتے ہیں "میں پڑھا ہوا نہیں
(تفہیم البخاری)

مطبوعہ کراچی حالانکہ یہ ترجمہ غلط ہے اس لیے قاری رسم فاعل
کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" فال کے معنی میں
لے جاتے ہیں جو فاعل بھی مفعول سمجھی نہیں آتا اور غور کے قاعدہ پر فاعل
بھی حال و استقبال آتا ہے۔

طرفہ یہ کہ اس حدیث شریف سے نہ آپ کی جبریل سے لاعلمی کا
ثبوت ہے اور نہ آپ کو اقراء نہ پڑھنے سے کسی نے لاعلم کہا یہ منکرین کی
بد قسمتی ہے جو ایسے غلط عقیدے گھڑے اس کی تفصیل و تحقیق و قیر کی
تصنیف "السبیل فی شرح حدیث جبریل" میں پڑھیے۔

استدلال اہلسنت :

اہلسنت کے اس موضوع پر بے شمار دلائل ہیں جنہیں فقیر نے
رسالہ امی لب "میں عرض کیے ہیں یہاں اتنا عرض ہے کہ مخالفین عیسی
علیہا السلام کو پیدائشی عالم مانتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں واضح ہے کہ آپ
والدہ گرامی کی برات میں اپنی تمام سوانح عمر چند جملوں میں بتا رہے تھے انی
عبداللہ وغیرہ وغیرہ (سورہ مریم کار کو ع ۸۲ اور موسیٰ علیہ السلام پیدائشی
طور بان کے بغیر کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پی کر پھر چھین میں فرعون کی
واڑھی نوچ کر اپنے علم کا اظہار کر رہے تھے وغیرہ وغیرہ

حضور علیہ السلام کے پیدائشی عالم ہونے کے بے شمار دلائل ہیں جنہیں فقیر نے "امی القب" میں درج کیے ہیں یہاں صف ایک مسئلہ (دلیل) کو مفصل عرض کرتا ہے وہ ہے معراج سے پہلے نماز کی ادائیگی۔

نماز قبل از معراج کی تفصیل امام المسلمت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی نے فرمایا پیش از اسراء وقت یعنی قبل طلوع شمس و قبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علماء کو خلاف ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔ (حوالہ جات)

در مختار میں ہے۔

(۱) الصلوة فرصت فی الاسراء ، وکانت قبلہ صلاتین ، قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا شمنی اہ نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں ایک طلوع سے پہلے دوسری غروب سے پہلے شمنی اہ (ت)

(۲) مواہب الدنیہ میں ہے کہ

وال مقاتل کانت الصلوة واول فرضہا رکعتین بالغداة ورکعتین بالعشی لقوله تعالیٰ وسبح بحمد ربک بالعشۃ والا بکار، قال فی فتح الباری، کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل الاسراء یصلی قطعاً وكذلك اصحابہ ولكن اختلف کهل افترض قبل الخمس شی من الصلوة ام لا فتیل ان الفرض کان صلاة قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا،

والحجة قیہ قوله تعالیٰ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا انتہی

پہلے مذکور دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے لیکن انہیں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں تو کہا گیا ہے کہ ایک زمانہ طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

"اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب سے پہلے۔

(۳) امام نوری نے فرمایا کہ۔

اول ماوجب الانذار والدعاء الی التوحید ثم فرض اللہ تعالیٰ من قیام اللیل ما ذکرہ فی اول سورة المزمل ثم نسخه بايجاب الصلوات الخمس لیلة الا سراء بسکة ما فی المواہب

"سب سے پہلے سنا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورہ مزمل کی ابتداء میں ذکر ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا اس حکم سے جو سورہ مزمل کے آخر میں ہے، پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ مواہب کی عبادت ختم ہوئی۔ (ت)

(۴) شرح مواہب اللدنیہ میں ہے کہ

ذهب جماعة الى انه لم تكن قبل الاسراء صلاة مفروضة الا ما وقع الا مره من صلوة الليل بالا تحديد وذهب الحربي الى ان الصلوة كانت مفروضة ركعتين بالغداة وركعتين بالعشي، ورده جماعة من اهل العلم

کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی اور حنفی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو لیکن حنفی کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا (۵) لقد اختلف في هذه الصلوة هل هي الشرعية المعروفة او الغوية؟ وصبوب الاول لان النص يحمل على حقيقة الشرعية ما لم يتعذر وعلى هذا اختلف (هل هي فرض) ويدل عليه، كما قال النعماني حديث انس عند ابي حاتم، المتقدم قريبا للمصنف (او نقل) ۹ واذا قلنا فرض فاي صلاة هي ۹ قال بعضهم الا قرب انها الصبح

معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی کریم ﷺ کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے وہاں لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر عمل کیا جاتا ہے مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے کہ اس پر انس کی وہ حدیث دلالت

رہتی ہے جو ان الی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے۔

ويحتمل انتكون العشاء) والا احتملان، كما قال الشاهي، ليسا بشئى سواء قلنا صلے بهم قبل العروج او بعده لان اول صلاة صلاها النبي صلى الله عليه وسلم من الخمس مطلقا الظهر بمكة باتفاق ومن حمل الاولية على مكة فطيه الدليل قال والذي نظهر انها كانت من النفل المطلق، او كانت من الصلوة المفروضة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم قبل ليلة الاسراء وفي فتاوى النووي مايؤيد الثاني اه باختصار

تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نفل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفل نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ ﷺ پر شب معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاویٰ نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔

فائدہ :

اللہ عزوجل کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے، محل نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوئی ہے "اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ" اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے، ابن عباس کا یہ قول فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے اگرچہ ابن عباس کے اس کھینے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے "ہر (پندرہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں نہ ہوتا تو یوم بعثت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے "پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرا سوا تو پاک ہے بے شک میں ظلم کرنے والوں میں تھا" سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور اس نے مندرجہ بالا کلی کے راوی ہیں انہوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے حسن بصری نے کہا ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں رہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا، اس صورت میں جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت (اور نماز وغیرہ) کے

صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے معاملہ میں بھی اسی طرح ہے بہر حال اگر تسبیح محمد ربک تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لیے کر دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا اس کا یہ جواب تو دیا جاسکتا ہے کہ دو میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اور ان کے اطراف میں "بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتداء میں ہو چکا ہے۔

ازالہ وہم :

رہا مقیال کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے "اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے" تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے بلکہ سرے سے بے کار ہے کیونکہ یہ آیت سورہ حم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے طویل زمانے کے بعد ہوا ہے چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقراء باسم ربک نازل ہوئی پھر "ن" ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر ضحٰت، پھر لقمان پھر سہا،

پھر رمز پھر حم مومن، آخر تک تو پھر حم مومن کی آیت سے کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی (جب کہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اسی لیے ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے جیسا کہ معالم میں ہے اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعہ معراج اور رسول اللہ ﷺ کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر ایک موزن نے اذان دی اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ ہمارا امام کون بتا ہے، تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ نے مبعوث فرمایا یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زر قانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (ت)

فائدہ :

شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمح نظر یہ ہو کہ اس نماز میں اذان و اقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہے لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے اولاً اس لیے کہ معروف اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع

ہوئی تھی جب کہ معراج ہجرت سے پہلے ہوا تھا اسی لیے زر قانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے "ایک موزن نے اذان کہی" کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لیے طلب کیے جانے سے ان کو آگاہ کیا "اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کے لیے تیار ہو گئے اور اس میں شروع ہو گئے اس لیے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوا تھا ثانیاً اس لیے کہ اذان و اقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اقامت کے لیے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے "مشروعیت سے پہلے تخفیف پر کون سی دلیل ہے؟" ثالثاً اس لیے اور یہ اعتراض و استدلال کی جز کاٹنے والا ہے کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی تو کیا پتا، ہو سکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو اس سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی مستدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اور نماز کا وقت ہو گیا میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

نماز پڑھنا معراج سے پہلے :

اس سے اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں پڑھتے، نماز شب کی فرضیت تو خود سورہ منزل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد دو عام ازینکہ فرض ہوا نفل، حدیث میں ہے۔

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس يصلون الضحى والعصر ، فكان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم واصحابه اذا صلوا اخوانهم ، تفرقوا في الشعاب فصلوها فرادى فرضيت بهجته من قبله مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے نبی کریم ﷺ و صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھائیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے ، رواہ ابن سعد وغيره عن عزيزة بنت ابي تجرة رضى الله تعالى عنها ذكره في ترجمتها من الاصابة اس کو ابن سعد وغيره نے عزیزہ بنت تجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے یہ بات اصحاب میں عزیزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔

فائدہ:

احادیث اس باب میں بشارت ہیں اور ان کی جمع و تلفیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریفہ سے مقررہ مشروع ہے حضور علیہ السلام پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے یہ تعلیم جبریل امین علیہ السلام نماز پڑھی اور اسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھی دوسرے دن امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے ،

فقد اخرج احمد وابن ماجه والحارث في مسنده وغيرهم عن اسامة بن زيد عن ابيه رضى الله تعالى عنهما ان جبريل اتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في اول ما وحي اليه ، فاراه الوضوء والصلوة فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفة من ماء

فنضح بها فرجه اء وفي سيرة ابن اسحق و سيرة ابن هشام ، والمواهب اللدنية من المقصد الاول ، و كتاب الخميس و افضل القرى القراء ام القرى للامام ابن حجر المكي ، ثم حاشية الكنز للعلامة السيد ابى السعود الا زهري ثم حاشية الدرر للعلامة السيد احمد الطحطاوى و هذا لفظ القسطلانى ، مزيد امن الزرقانى (قدروى) مرضه لان له طرقا لا تخلو من قال ، لكنها متعددة يحصل باجتماعها

تخریق کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا! اسے جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے

اسے اس قسم کی روایات سے بعض شوم غلوں نے استدلال کیا کہ (معاذ اللہ) جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کے استاد ہیں حالانکہ معاملہ برعکس ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اسلاف کا عقیدہ ہے

جبریل امین خادم دربان محمد ﷺ

جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کے خادم و دربار ہیں ، اور یہی حق ہے تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ "جبریل امین خادم دربان" کا مطالعہ کیجئے اور شرح حدائق عشق میں بقدر ضرورت عرض کیا گیا ہے۔

اور اس قسم کی حدیثوں کا جواب یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کو تعلیم نہیں دیتے تھے بلکہ یہود و دیگر اہل کتاب کے لیے نشان راہ دیتے تھے کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ایک نشانی یہ بھی ہوگی کہ ان کے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہو کر احکام و مسائل کا اظہار کریں گے ، جیسا کہ حدیث مذکور میں ہے اور اوقات الصلوٰۃ کی روایت ہے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام نے اول وقت میں نماز پڑھ کر دکھائی ، دوسرے دن آخری وقت میں تو اس سے حضور علیہ السلام کی شاکر دی کہاں سے ثابت ہوئی (فافہم ولا تکن من الوہابین) محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

فرج پر چھڑکا۔ سیرت ابن اسحق میں، سیرت ابن ہشام میں مواہب الدنیہ کے کتاب الخمس میں، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء ام القری میں، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقلانی سے اضافہ کیا گیا ہے (روایت کی گئی ہے) بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں لیکن چونکہ متعدد ہیں۔

لقوة (ان جبریل بدالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وهو با علی مكة كما عند ابن اسحق، اى بجبل الحراء، كما فى الخميس (فى احسن صورة واطيب رائحة فتال، يا محمد ان الله يقرئك السلام و يقول لك انت رسولى الى الجن والا نس فادعهم الى قول لا اله الا الله، ثم ضرب برجله الارض فنبتت عين ماء فتوضا منها جبريل زاد ابن اسحق و رسول الله ينظر اليه، ليريه كيف الطهور الى الصلوة (ثم امره ان يتوضا وقام جبريل يصلى، وامره ان يصلى معه زاد فى رواية ابى نعيم عن عائشة رضى الله تعالى عنها فصلى ركعتين نحو الكعبة (فعلمه الوضوء والصلوة ثم عرج الى السماء ورجع رسول الله ﷺ لا يمر بحجر ولا مدر ولا شجرة الا وهو يقول: السلام عليك يا رسول الله حتى اتى خديجة، فاخبرها، فغشى عليها من الفرح، ثم امرها فتوضات، وصلى بها كما صلى به جبرئيل) زاد فى رواية وكانت اول من صلى (فكان

ذلك اول فرضها) اى تقديرها (ركعتين) اه وله تمام سياقاتى و اخرج الطبرانى عن ابى رافع رضى الله تعالى عنه، قال صلى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم اول يوم الاثنين وصلت خديجة آخره، وصلى على يوم الثلاثاء (لمعجم الكبير للطبرانى عن عبيدا لله ابن ابى رافع حديث ۹۵۲ مطبوعه المكتبة بيروت)

اس لیے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئے جب کہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے جیسا کہ سیرت ابن اسحق میں ہے یعنی کوہ حرا پر تھے جیسا کہ خمیس میں ہے (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا "اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کرتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لیے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ اہل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحق نے اضافہ کیا ہے کہ "اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کے لیے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں پھر جبریل علیہ السلام نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں، ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کیا ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے قبلہ رو دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ گھر کی طرف واپس تشریف لائے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا "السلام علیک یا رسول اللہ" یہاں تک کہ آپ خدیجہ

کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی وضوء کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی (ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں) (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اہ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا، اور طبرانی نے ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن (ت)

سوال: معراج سے پہلے حضور اقدس ﷺ نماز کس طرح پڑھتے تھے؟

جواب: ملاحظہ آیات واحادیث سے ظاہر ہے کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اس میں طہارت ثوب بھی تھی قال تعالیٰ فی سورۃ المدثر، وثیابک فطھر (اللہ تعالیٰ نے سورہ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو) وضو بھی تھا کما تقدم انفا (جیسا کہ ابھی گزرا ہے) استقبال قبلہ بھی تھا۔

کما مر من حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، وردی ابن اسحق فی سیرتہ قال حدثنی عبداللہ ابن نجیح المکی عن اصحابہ، عطاء ومجاہد وعمن روی ذلک فساق حدیث اسلام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفیہ، فجعلت امشی رویدا ورسول اللہ ﷺ قائم یصلی یقرؤ القرآن، حتی قمت فی قبلتہ مستقبلہ، ما بینی وبینہ الاثیاب الکعبۃ. قال: فلما سمعت القرآن

رقی لہ قلبی الحدیث (رواء الطبرانی بیروت ص ۳۲) جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گزری ہے اور ابن اسحق نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ ابن نجیح مکی نے اپنے ساتھیوں عطا اور مجاہد سے اور کچھ لوگوں سے جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے اس کے بعد ابن اسحق نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) میں آہستہ آہستہ چلتا جا رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے آپ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا میرے اور آپ کے درمیان کعبے کے غلاف کے سوا کوئی حائل نہیں تھا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل اس کے لیے نرم ہو گیا۔ (الحمد یث)

فائدہ

۱۔ تکبیر تحریمہ، بھی تھی قال تعالیٰ، وربک فبحرہ (اور اپنے رب کی تکبیر کہہ (ت) وقال عزاسمہ فی سورۃ الاعلیٰ لنزالہ قد ما واذکرسم ربہ فصلی (اور اللہ تعالیٰ نے سورہ اعلیٰ میں جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے کہا ہے "اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی"

(۲) قیام بھی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا بیہا المزممل قم الیل الایات الی قولہ جل ذکرہ ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفہ

وثلثه وطائفة من الذین معک۔

اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو اور اس سے بعد کی آیتیں اس آیت تک "بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات، اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔"

(۳) قرأت بھی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاقروا ما تیسیرامن

القرآن

"پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہو سکے" اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت زر قانی نے کہا ہے "ممکن ہے کہ نزول فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ ان رکعتوں میں سورۃ اقرء کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔"

زر قانی علی المواہب ص ۲۸۳ جلد ۱

۴۔ رکوع بھی تھا۔

لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آ رہا ہے اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا بیان ہے، ان میں بیشتر رکعات یا دو رکعتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ابھی ابو نعیم کے حوالے سے گزری تھی کہ نماز پڑھی دو رکعتیں اور ابو نعیم کے علاوہ ایک دوسرے محدث کی روایت کہ ابتداء میں صرف دو رکعتیں فرض تھیں اور رکعت کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے۔

(۵) سجدہ بھی تھا۔

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے ان کے سجدہ پر نگاہ رکھی اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی اوجھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنوئیں میں ملعون کر کے پھینک دیئے گئے اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سی معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جا کر اوجھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے اس وقت اس کے شانوں کے درمیان اوجھڑیاں رکھ دے راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بد بخت تھا وہ اس کام کے لیے تیار ہو گیا اور جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں گئے تو اس نے اوجھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے، الحدیث اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اقرء میں فرمایا ہے، اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو" (بخاری شریف ص ۳۱ جلد ۱)

۶۔ جماعت بھی تھی۔ جیسا کہ محدث والی حدیث گزری

عن ابن اسحق، ثم قام به جبرئیل فصلی به وصلی رسول اللہ ﷺ بصلاته (ابی ان قال فی خدیجة) صلی بہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما صلی جبرئیل فصلت بصلاته اھ وقد قال تعالیٰ وطائفة من الذین معک واخرج الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث

مجئی الجن الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول البعث انہم اتوا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو یصلی باصحابہ صلاة الفجر قال الزرقانی المراد بالفجر الركعتان اللسان کان یصلیہا قبل طلوع الشمس (زرقانی ص ۲۴۹ جلد ۶)

اس کے الفاظ یعنی ابن اسحق کے ہاں اس طرح ہیں "پھر جبریل آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مطابق نماز پڑھی، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے" بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابواء وحی کے دوران رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے آنے کا ذکر ہے اس میں ہے کہ جب جنات آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دور کعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ الخ

۷۔ جبر بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

قل اوحی الی انہ استمع نقر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا یہدی الی الرشید فامنا بہ

کو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو

کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نماز فجر میں سنی تھی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

روی ابن سنجر فی مسندہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "خرجت الترض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان اسلم فوجدنہ قد سبقنی الی المسجد فتمت خلفہ فاستفتح سورة الحاقة فجعلت اتعجب من تالیف القرآن فقلت ہو شاعر کما قالت قریش فقراء انہ لقول رسول کریم، وما ہو بقول شاعر قلیلا ماتؤمنون فقلت کاهن علم ما فی نفسی فقراء ولا یقول کاهن قلیلا ما تذکرون الی آخر السورة فوقع الا سلام فی قلبی کل موقع اقوال : لکن ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیثہ المذکور نزول الحاقة بعد بنی اسرائیل بسبع وعشرین سورة وجعلها من اواخر ما نزل بمکة ولا یشہر الجمع بان بعضها نزول یمما فسمعه عمر قبل ان یسلم وتاخر نزول الباقي واعتبرا بن عباس بالاکثر فان امیر المؤمنین یقول فی هذا الحدیث ان صبح فاستفتح سورة الحاقة ویذکر لایات من اواخرها ثم یقول الی آخر السورة فاللہ تعالیٰ اعلم ، بل قال مجاهد فی قوله تعالیٰ فاصدع بما تؤمر هو الجهر بالقرآن حکاہ فی المواہب من المقصد الاول قال قالوا وکان ذلک بعد ثلث سنین من النبوة قال الزرقانی تبرأ منه لجزم الحافظ فی سیرتہ بان نزول الایة کان فی السنة

الثالثہ (زرقانی ص ۲۸۷ جلد ۱)

ابن اسحق کی روایت بھی گزر چکی ہے جو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے اور ابن اسحق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو" میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میرے دل کی بات معلوم ہو گئی، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو" سورۃ کے آخر تک چنانچہ اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا اقول (میں کہتا ہوں) لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت ہوا جب سورہ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں (پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے کس طرح سن لی تھیں، جب کہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہوئی تھی اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہو سکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت نے عمر نے اس کو سن لیا ہو اور باقی ماندہ زیادہ تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہو۔ اور حضرت ابن عباس نے اکثر باقی ماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہے، غیر

ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟ پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا "اے نبی جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس کا اعلان کرو" اس سے مراد قرآن کو جہرا پڑھنا ہے یہ بات مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے صاحب مواہب نے کہا "کہتے ہیں کہ یہ آیات نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی، اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ" (کہتے ہیں "کہہ کر) ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی تھی۔

خلاصہ کلام :

جہاں تک نظر کی جاتی ہے نماز سابق اصول و ارکان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد فکان ذلک اول فرضہا رکعتیں (ابتداء میں نماز کی دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں) کے فرمایا۔

ثم ان الله تعالى اقرها في السفر كذلك و اتمها في الحضر

پھر اللہ تعالیٰ نے سفر میں دو رکعتیں برقرار رکھیں اور حضر میں (چار) مکمل

کردیں۔

شرح زر قانی میں ہے

اقرها ای شرعها علی هیاء ما کان یصلیہا (زر قانی ص ۲۷۳-۲۷۴ جلد ۱)

”ہر قرار رکھیں“ کا مطلب یہ ہے کہ ان دور کعتوں کو اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے پڑھتے تھے۔

قبل اس سے ظاہر یہ ہوا کہ پیش از معراج دور کعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلانہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں رکوع ہمارے نبی کریم ﷺ اور ان کی امت مرحومہ کے خصائص سے ہے، کہ بعد امر اعطاء ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اس تک رکوع نہ تھا اس کے بعد عصر میں اس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں۔

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مارکوع فی الصلوۃ ذکر جماعۃ من المفسرین فی قوله تعالیٰ وارکعوا مع الراكعين ان شروعیۃ الركوع فی الصلوۃ خاص بهذه الملة وانه لا رکوع فی صلاۃ بنی اسرائیل ولذا امرهم بالركوع مع امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت وقد يستدل له بما اخرجہ البزارو الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،

قال ، اول صلاة ركعنا فيها العصر ، فقلنا يا رسول الله ما هذا قال بهذا امرت ووجد الاستدلال انه صلى الله قبل ذلك صلاة الظهر وصلى قبل فرض الصلوة الخمس قیام اللیل وغیره ذلك فكون الصلاة السابقة بلا ركوع قرينة لخلو صلاة الامم السابقة منه (خصائص کبریٰ ص ۲۷۵ جلد ۲)

باب اس بیان میں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں، مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ“ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس امت کے ساتھ خاص ہے اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا اسی لیے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ امت محمد ﷺ کے ساتھ رکوع کریں اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی تو ہم نے کہا ”یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟“ تو آپ نے فرمایا ”مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے“ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی، اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا۔ (ت)

شرح زر قانی مقصد خامس میں ہے

الركوع من خصائص الامة وما صلاه المصطفى ﷺ قبل الاسراء لا ركوع فيه وكذا ظهر عقب الاسراء واول

صلاة برکوع العصر بعدها رکوع اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفیٰ ﷺ معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔

آنکھوں دیکھا حال :

یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عصفیہ کنذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رد بجمعہ کھڑے ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے اور ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جو ان جگہ سے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حال پوچھا کہا یہ جوان میرے بچے محمد بن عبد اللہ ﷺ ہیں اور یہ لڑکے میرے بچے علی اور یہ بی بی خدیجہ اکبری ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما، میرے یہ بچے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عصفیہ

الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال جئت فی الجاہلیۃ الی مکة وانا اريد ان ابتاع لا هلی من ثيابها و عطرها فأتيت العباس وكان رجلا تاجرا فانی عنده جالس انظر الی الکعبة وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء فذهبت اذا قبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبة فلم البث الا یسیرا حتی جاء غلام فقام عن یمینه ثم لم یلبث اویسیرا حتی جاء ت امرأة فقامت خلفهما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأة فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأة ، فقلت یا عباس ! امر عظیم ، فقال امر عظیم تدری من هذا الشاب ؟ هذا محمد بن عبد اللہ ابن اخی ، تدری من الغلام ؟ هذا علی ابن اخی تدری من هذه المرأة ؟ هذه خدیجة بنت خویلد ، زوجته ان ابن اخی هذا حدثنی ان ربه ، رب السموات و الارض امره بهذا الذین ولم یسلم معه غیر هؤلاء الثلاثة اے فیہ سعید بن خثیم الهلالی قال الازدی منکر الحدیث عن اسد بن عبد اللہ العسری قال البخاری لا یتابع علی حدیث ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عصفیہ کنذی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لیے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک

خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں جو ان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا وہ جو ان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے جو ان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے میں نے کہا "اے عباس یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے" عباس نے کہا ہاں بڑا معاملہ ہے جانتے ہو یہ جو ان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا، جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے جو ان کی بیوی، میرے اس بچے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے اس میں ابن خنیم ہلائی ہے، ازوی نے کہا ہے کہ سعید، اسد بن عبد اللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ بخاری نے کہا اور دعویٰ اختصاص امت پر آئیہ کریمہ وطن داود انما فتنہ فاستغفر ربہ وخرر اکعوا اناب (اور داؤد) نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو فان کثیر امنهم فسروا ھینا الركوع بالسجود وان قال الحسين بن الفضل ان معناه خربعد ماکان راكعای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدہ میں چلا گیا، تو آئیہ کریمہ مریم اقلنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (اے مریم! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے روبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں

کے ساتھ رکوع کرو) ظاہرہ الورد ہے معاملہ میں ہے۔

ازالہ وہم:

کہا گیا ہے کہ یہاں سجدہ کا ذکر رکوع سے پہلے اس لیے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے تھا اور واوتر تیب کے لیے نہیں ہے بلکہ جمع کے لیے ہے۔

قائمه وراکع وساجد رواہ الحسن بن عرفة و ابو نعیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع میں اور کچھ سجود میں اس کو حسن ابن عرفة اور ابو نعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مسجد اقصیٰ میں تشریف فرما ہوئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

پچھلے صفحے کا حاشیہ

۱۔ حاشیہ اصل کتاب میں کتاب کا کھانا اس طرح ہے بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید العسری ہو امام احمد رضا نے فرمایا کہ میں کتابوں میں سے نزدیک یہ لفظ العسری سے العسری کوئی لفظ نہیں، انساب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے یہ اسد بن عبد اللہ بن یزید بن ابی خالد القسری کے بھائی ہیں قاف پر زہد اور سین پر جزم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو دس ہجری میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور یحییٰ بن عقیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن قتیبہ و مسلم بن قتیبہ اور سلیمان بن صالح سلمویہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے بوسے بخاری اور لاؤقی تشریف تھے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب والتبذیب میں ہے۔

روایت کیا ہے کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خشوع قیام اور سجود کے بالمقابل ایک قسم ہو، اس سے مسترد ہو گئی وہ بات جو علامہ زر قانی نے یہاں ذکر کی ہے انہوں نے ”کچھ قیام میں، کچھ رکوع میں کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے ”یعنی اس طرح خشوع کرنے والے جس طرح رکوع کرنے والا کرتا ہے“ اب یہ اعتراض پیدا نہیں ہوگا کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے، آخر تک جیسا کہ ہم پہلے زر قانی سے نقل کر چکے ہیں اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خامی ہے جو ہم زر قانی ہی سے نقل کر چکے ہیں کہ نص جہاں تک ہو سکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے گی اور (یہاں شرعی حقیقت مراد لینا) ممکن ہے اور باقی امتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا ہے خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد خصوصاً نبی الانبیاء ﷺ کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود، کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا،

فائدہ :-

(حضرت علی) والی حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملتِ ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر

بطریق اولیٰ دال ہوگی کیونکہ ہماری ملت تو ملتِ ابراہیمیہ ہے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اور جب ٹھکانا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے، قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امتِ محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ علیٰ الحبيب وآلہ وامتہ وبارک وسلم

خلاصہ :-

مدار کار صحت حدیث مذکور طبرانی و ہزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق دلائل باہم یکساں و متواتر ہیں۔

خاتمہ

بہر حال! قبل معراج آپ کی نماز کی تفصیل بتاتی ہے کہ وحی جبریلی کے محتاج تھے آپ کو اللہ تعالیٰ سے سے بلا واسطہ بھی تعلق تھا اور وہ حکم بھی وحی کہلاتا ہے جو بلا واسطہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ”ما ینطق عن السہوی“ الا وحی یوحی اسی بلا واسطہ وحی سے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وسیع تر علم نصیب ہوا اسی لیے اہلسنت کے قاعدہ پر آپ کی تعلیم براہِ راست اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

علمنی ابی فاحسن تعلیمی ”مجھے میرے رب تعالیٰ نے پڑھایا اور خوب پڑھایا اس معنی پر آپ کا معراج سے قبل اتنا بشارت مطالب کا حل فرمانا اسی قاعدہ پر تھا۔

نوٹ: رسالہ کا مضمون اور تحقیق امام المسند اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے رسالہ ”جہان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج“ (تاج کا موتی جس میں معراج سے پہلے نماز کا بیان ہے) کی مرہون ہے فقیر نے تنقیص اور مقدمہ و خاتمہ کا اضافہ کیا ہے اور بس

هذا آخر ما رقم قلم النقیب الثادری

ابی الصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

بہاولپور پاکستان
وارد باب المدینہ کراچی
۶ رمضان ۱۴۱۹ھ



